سیّد عبدالمالک

مصالح مرسلہ (Public Interest)

عصرِ حاضر کے تناظر میں

مصالح مرسلہ کی تعریف:

علمائے اصول کا کہنا ہے کہ نفعِ عامہ یا پبلک مفاد کو بنیاد بنا کر جدید مسائل کے حل کے لیے استنباط کرنے کا نام استصلاح یا مصالح مرسلہ ہے۔ استصلاح کے معنی ہیں، کسی پیش آمدہ دنیوی مسئلہ میں جس کے بارے میں شریعت نے کوئی تصریح نہیں فرمائی۔ مصلحت یا پبلک مفاد کی بنیاد پر کوئی حل تلاش کرنا استصلاح کہلاتا ہے۔

علی حسب اللہ نے استصلاح کی تعریف یوں کی ہے: ''ایسا واقعہ جس میں نہ کوئی نص موجود ہو اور نہ ہی اجماع منعقد ہوا ہو، اس کا حل مصالح مرسلہ کی بنیاد پر تلاش کرنا استصلاح کہلاتا ہے[1]''

الآمدی اس سلسلے میں لکھتے ہیں: ''مصالح مرسلہ وہ ہیں، جن کے اعتبار یا عدم اعتبار پر شریعت میں کوئی نص موجود نہ ہو، تاہم وہ شرعی مصالح کی میزان پر پورا اتریں اور عقل انہیں قبول کرے[2]'' پس علم اصول کی رُو سے مصالح مرسلہ سے مراد وہ مصالح ہیں جن کے اعتبار و عدم اعتبار پر شارع کی طرف سے واضح طور پر کوئی حکم یا دلیل قائم نہ ہو۔

مصلحت کا لغوی مفہوم:

لفظ مصلحت ''مفعلۃ'' کے وزن پر صلاح سے مشتق ہے، اکثر اہلِ لغت کے

نزدیک مصلحت، مفسدہ کی ضد ہے، چنانچہ لغت کی مستند کتابوں میں اس کی صراحت یوں کی گئی ہے: ''صلاح، فساد کی ضد ہے، مصلحت کی جمع مصالح ہے، اور استصلاح، استفساد کی ضدّ ہے[۳]'' الزمخشری کا کہنا ہے: ''کلامِ عرب میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی مصلحت کی خاطر بعض چیزوں (کی حلت) کا حکم دیا ہے اور بعض سے منع فرمایا ہے[۴]'' مصلحت در حقیقت ''جلب منفعت یا دفع مضرت'' سے عبارت ہے جیسا کہ ڈاکٹر سعید رمضان البوطی نے لکھا ہے: ''وہ شے جس میں نفع ہو، اس کا حصول (جائز) ہے، جیسے فوائد ولذائذ کا حصول (بعض اشیاء سے بچنا)، جیسے آلام سے بچنا، بہرصورت یہ امورِ مصلحت کہلانے کے حق دار ہیں[۵]'' گویا مصلحت سے مراد حصولِ نفع اور دفعِ ضرر ہے۔

مصلحت کے اصطلاحی معنی:

علمائے اصول نے مثلاً امام غزالیؒ، شاطبیؒ، قرافیؒ اور خوارزمی نے مصلحت کے بنیادی مقصد کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ان کے نزدیک مصلحت سے مراد مقاصدِ شرع کی حفاظت ہے، یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال کا تحفظ۔ امام غزالی نے مصلحت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے: ''مصلحت سے ہماری مراد مقاصد شریعت کی حفاظت ہے اور شارع نے مخلوق کے پانچ مصالح کی حفاظت فرمائی ہے۔ یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال۔ پس ہر وہ طریق یا قدم جس سے ان امور کی حفاظت ہوتی ہو، مصلحت ہے۔ اور ہر وہ امر جس سے ان مصالح کو نقصان پہنچتا ہو، وہ مفسدہ ہے۔ اور فتنہ، جس سے بچاؤ کی ہر ترکیب مصلحت ہے[۶]''

امام رازی نے مصلحت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مصلحت اس منفعت کا نام ہے، جو انسانوں کے فائدہ کے لیے شارع کا مقصود ہے۔ یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت[۷]'' عہدِ حاضر کے علماء نے مصلحت پر یا پبلک مفاد پر عمدہ بحثیں کی

ہیں[۸]، جن سے پتہ چلتا ہے کہ مقاصدِ شرع کے حصول کے لیے کام کرنا 'مصلحت' کہلاتا ہے۔

مصالح کی اقسام:

شریعت کی رُو سے مصالح کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

ا۔مصالح معتبرہ ۲۔مصالح مردودہ ۳۔مصالح مرسلہ

ا۔مصالح معتبرہ:

یہ وہ مصالح ہیں جن کا اعتبار شرع نے کیا ہے، ان کے حجت ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ فقہ اسلامی میں اس کی مثال شراب نوشی کی حرمت ہے، جس کی مصلحت تحفظِ عقل ہے، چنانچہ تمام نشہ آور اشیاء مثلاً ہیروئن، بھنگ اور افیون وغیرہ جو انسانی عقل کے لیے مضر ہیں، حرام قرار دی گئی ہین۔ چنانچہ مصالح معتبرہ سے متعلق عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں:

''ان مصالح کے جواز پر علماء متفق ہیں۔ان کی رائے میں ہر وہ مسئلہ جس کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے، اگر اس میں ان مصالح شریعہ میں سے کوئی مصلحت پائی جائے تو اس مسئلہ کا حکم وہی ہوگا، جو ان مصالح کے تحفظ کے لیے منصوص واقعات میں شرع نے دیا ہے۔ اس لیے کہ شارع کا ان مصالح کو اعتبار قرار دینا، اسے تشریع کی بنیاد قرار دینا ہے[۹]۔''

۲۔مصالح مردودہ:

یعنی وہ غیر شرعی مصالح جن کو شریعت نے غیر معتبر اور باطل قرار دیا ہے۔خواہ اسے بعض لوگ نفع بخش ہی کیوں نہ قرار دیں۔ اس مسئلہ پر امام شاطبی کا کہنا ہے:

''وہ (مصالح) جن کو باطل قرار دینے کی شہادت شرع سے ثابت ہے، ان کا

ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ہمارے نزدیک مصلحت سے مراد وہ نفع اور نقصان ہے جس کی رعایت صرف ادراکِ عقلی ہی سے نہ ہوتی ہو۔ پس اگر شرع اس کا لحاظ نہیں کرتی بلکہ اسے باطل ٹھہراتی ہے تو یہ "مصلحت" متفقہ طور پر جمہور مسلمانوں کے نزدیک مردود ہے۔"[۱۰]

جدید دنیا میں سائنسی ترقی نے جو نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں، ان کے بارے میں سیّد عبدالرحمٰن شاہ بخاری لکھتے ہیں: "تمدنی ارتقاء اور سائنسی ترقی کے نتیجے میں ابھرنے والے جدید مسائل کے جو حل مغرب نے دریافت کیے ہیں، جیسے ضبطِ تولید، اعضاءِ انسانی کی عام پیوند کاری اور خرید و فروخت، نسلِ انسانی کی مصنوعی افزائش (ٹیسٹ ٹیوب بے بی) وغیرہ، انہیں ہو بہو اسلامی قرار دینے کی کوشش (کوئی مستحسن مساعی نہیں ہیں)۔ یا عصرِ حاضر میں جہاد اور حج کی عدم افادیت کا دعویٰ مصروفیات کے باعث صرف دو نمازوں پر اکتفا کرنا، اب مصلحت کا تقاضا سمجھا جا رہا ہے....." الغرض موجودہ دور میں اہلِ علم کی ایک جماعت ایسی موجود رہی ہے، جس نے شریعت کی غلط تعبیر کرتے ہوئے استصلاح کے ذریعے قانون سازی کی ناکام کوشش کی ہے۔[۱۱]

استصلاح کی شرائط و ضوابط:

مصالح مرسلہ کی بناء پر حکمِ شرعی استنباط کرنے کے لیے مصلحت کا ادراک اور تعین ہم محض اپنی عقل ہی سے نہیں کریں گے بلکہ اس کے مصلحت ہونے کی شرع سے توثیق کرائیں گے ورنہ دین میں تحریف کا خطرہ ہے۔ کیونکہ اس میں عقل و دانش کی بجائے ہواء و ہوس کو مداخلت کرنے کا موقع مل جائے گا اور اس کے زیرِ اثر عقلِ انسانی مفاسد کو مصالح اور مصالح کو مفاسد سمجھ بیٹھے گی۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مصلحت مرسلہ کو حجت تسلیم نہ کیا جائے بلکہ اس کے لیے ایک خاص معیار اور متعین شرائط و ضوابط وضع

کیے جائیں۔ پس علماء اصول نے استصلاح کے لیے جن شرائط کو لازمی قرار دیا ہے، ان کی دو طرح درجہ بندی کی جا سکتی ہے:

(الف)۔ مخصوص شرائط (ب)۔ عمومی شرائط

الف۔ مخصوص شرائط:

۱۔ مصلحت مرسلہ کے اعتبار کے لیے لازمی ہے کہ مصلحتِ حقیقی ہو، ظنی نہ ہو۔ یعنی پیش آمدہ واقعہ میں حکمِ شرعی اخذ کرنے سے کسی منفعت کا حصول یا کسی مفسدہ کا دفعیہ یقینی ہو یا اس کا ظنِ غالب حاصل ہو جائے۔ جیسے بیع وشراء کے معاملاتِ لین دین اور نکاح و طلاق وغیرہ کو تحریری دستاویز کی صورت میں منضبط اور عدالت میں رجسٹر کرانے کا قانون جس سے جھگڑے سے بچنے اور جھوٹی گواہی کو روکنے کی مصلحت موجود ہے۔ اگر کسی معاملہ میں فائدہ کی محض موہوم سی امید یا نقصان سے بچنے کا صرف وہم ہو تو ایسی مصلحت پر حکمِ شرعی کی بنیاد رکھنا صحیح نہ ہوگا مثلاً طلاق میں عورتوں پر زیادتی کے موہوم نقصان سے بچنے کی خاطر طلاق کا حق مردوں سے چھین کر عدالت کو دے دینا، یہ قطعاً درست نہیں ہے۔[۱۲]

ائمہ حدیث میں امام مالکؒ نے مصالح مرسلہ سے زیادہ کام لیا ہے، لیکن وہ بھی بقول الآمدی ہر مصلحت کو حجیت قرار دینے کے حق میں نہیں تھے، بلکہ ان مصالح کو مدِ نظر رکھتے تھے جو ضروری، کلّی اور قطعی ہوں۔[۱۳]

۲۔ شرط دوم یہ ہے کہ مصلحتِ مرسلہ کا نفع عام ہو یعنی اس کا تعلق کسی معاشرہ کے اکثر و بیشتر افراد سے ہو، نہ کہ کسی خاص فرد سے[۱۴] کیونکہ فقہِ اسلامی کی رُو سے مصلحتِ عامہ، مصلحتِ خاصہ پر مقدم ہے۔[۱۵]

۳۔ مصلحتِ مرسلہ ان مصالح کے مشابہ ہو، جن کا شارع نے اعتبار کیا ہے، یعنی امورِ خمسہ کی ضروریات میں سے کسی ضرورت سے وہ مشابہت رکھتی ہو۔ اگر مذکورہ مصلحت

کسی شرعی حکم سے معارض ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ مثلاً میراث میں بیٹے اور بیٹی کی مساوات کو مصلحت تصور کرنا معتبر نہیں[۱۶]۔

ب۔ عمومی ضوابط:

مصالح مرسلہ سے کام لیتے وقت اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ پیش آمدہ مسئلہ کا تعلق عبادات اور عقائد سے نہ ہو بلکہ معاملات یعنی دنیوی امور سے تعلق ہو۔ مشہور حنبلی فقیہ نجم الدین الطّوفی جیسے فقیہ کو بھی اس امر کا اقرار ہے کہ: ''عبادات اور عقائد تو ہر لحاظ سے نص اور اجماع پر موقوف ہیں[۱۷]۔'' عصرِ جدید کے ایک عالمِ دین مجاہد الاسلام قاسمی نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اصولِ استصلاح کے سلسلہ میں آخر میں یہ جان لینا چاہیے کہ عبادات، حدود اور مقادیر میں استصلاح کو دخل نہیں اور جو مقادیر شرع نے متعین فرما دیے ہیں، ان کی تبدیلی کا حق بھی ہمیں نہیں۔ اس لیے ان امور میں استصلاح کی گنجائش نہیں[۱۸]۔''

قانونِ اسلامی میں رعایتِ مصلحت کا دوسرا عمومی قاعدہ یہ ہے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کے مقاصد کے تابع ہو یعنی دین، نفس، مال، عقل اور مال کی حفاظت کے ماتحت ہو، لیکن اگر کوئی شے مقاصدِ شارع سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو وہ قابلِ اعتبار نہیں مثلاً عبادات میں ترمیم کی ناروا کاوش جیسے ایک عرب مصنف احمد زکی ابوشادی نے موجودہ دور میں کثرت مشاغل کے باعث دو نمازوں کو کافی سمجھا[۱۹]۔''

اس سلسلے میں تیسری شرط یہ ہے کہ مصلحت نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہو یعنی وہ اسلامی قانون کے بنیادی مآخذ: قرآن حکیم، سنتِ نبوی، اجماع اور قیاس صحیح سے متعارض نہ ہو کیونکہ اس امر پر تو فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر کوئی مجتہد کسی زمانہ میں کسی پیش آمدہ مسئلہ میں مصلحت محسوس کرے، لیکن وہ نصوصِ شرعیہ کے خلاف ہو تو ہرگز قابلِ اعتناء نہیں جیسا

کہ ابن القیم نے اس کی صراحت کی ہے: ''باطل رائے کئی اقسام پر مشتمل ہے، وہ رائے جو نصِ شرعی کے منافی ہو اور اسلام میں ایسی رائے کا فساد اور بطلان تو ایک بدیہی حقیقت ہے، لٰہذا نصِ شرعی سے معارض رائے کی اساس پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا حرام ہے۔[۲۰]''

پس ضروری ہے کہ مصلحت ادلۂ شرعیہ سے کلی یا جزوی طور پر متصادم نہ ہو۔

استصلاح کی حجت وقطعیت:

مصلحت یا مصالحِ مرسلہ کی اہمیت اور تشریح کرتے ہوئے، عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں:

''(وقت کے ساتھ ساتھ) نئے نئے واقعات و حوادث جنم لیتے رہتے ہیں، ماحول میں تغیر وتبدل کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، جس سے حوائج وضروریات پیدا ہوتی ہیں۔ امت کو کبھی ان نئے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو پہلے لوگوں کو پیش نہیں آئے تھے۔ کبھی نیا ماحول ان مصالح کی رعایت کا متقاضی ہوتا ہے، جن کی رعایت پہلے ماحول میں ضروری نہیں تھی۔ کبھی عوام الناس کے اخلاق، ان کی ذمہ داریوں اور ان کے حالات میں ایسی تبدیلی رونما ہوتی ہے، جس کی وجہ سے سابق مصلحت اب مفسدہ بن جاتی ہے۔ اگر استصلاح کا حق مجتہدین کو نہ دیا جائے تو شریعتِ اسلامیہ انسانی ضروریات کے حل کرنے میں ناکام رہے گی اور حالات کا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ حالانکہ شریعت مقدسہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے اور تمام شرائع کی تکمیل کرنے کے لیے ہے۔[۲۱]''

واضح رہے کہ استصلاح کی بنیاد پر شرعی حکم کا استنباط کرتے وقت عرف یا رسم و رواج اور زمانے کے بدلے ہوئے حالات کو پیشِ نظر رکھنا بھی لازمی ہے۔ اس نکتہ کو بیان کرتے ہوئے، ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

''متعدد احکام ایسے ہیں جو زمانے کی تبدیلی کے ساتھ بدل جاتے ہیں، اسی

لیے کہ اہلِ زمانہ کا عرف بدل جاتا ہے۔ نئی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اہلِ زمانہ میں فساد (اخلاق) پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اگر حکمِ شرعی پہلے ہی کی طرح باقی رکھا جائے تو یہ تکلیف اور لوگوں کے لیے ضرر کا باعث بن جائے گیا اور ان شرعی اصول و قواعد سے متصادم ہو جائے گا جو یسر اور آسانی اور نظامِ کائنات کو بہتر اور عمدہ طریقہ پر چلانے کے لیے فساد و نقصان کے ازالہ پر مبنی ہے۔[۲۲]"

استصلاح کو ماننے یا نہ ماننے کے اعتبار سے ائمہ اربعہ، علمائے اصول اور مختلف مکاتبِ فکر حسب ذیل طبقات میں منقسم ہیں:

الف۔ اہلِ سنت والجماعت

ب۔ مذہبِ ظاہری

ج۔ شیعہ

د۔ معتزلہ

الف۔ اہلِ سنت والجماعت:

استصلاح سے متعلق اہلِ سنت کے چار بنیادی مذاہبِ فقہ اور ان سے منسلک علماء وفقہا کی آراء حسب ذیل ہیں:

مذہبِ حنفی:

امام ابوحنیفہؒ استصلاح کے تو قائل ہیں، مگر ایک مستقل دلیلِ شرعی کی حیثیت سے نہیں بلکہ آپ اسے استحسان ہی کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں۔ حضرتِ امام کے علاوہ دیگر حنفی ائمہ بھی مصالح مرسلہ کے قائل ہیں مثلاً امام محمد بن حسن مارکیٹ میں اشیائے ضرورت پہونچنے سے قبل خرید لینے کا حکم منڈی کی صورتِ حال کے مطابق دیتے ہیں۔ یعنی اس کا جواز اور عدم جواز کا انحصار اشیاء کی قلت اور عدم قلت پر ہے۔ گویا یہاں ضرر (لوگوں کی

مشکلات) کو ممانعت کی اساس قرار دیا گیا ہے اور یہی استصلاح کا اعتبار ہے۔

فقہ شافعی:

اسی طرح امام شافعیؒ بھی استصلاح کو قیاس ہی میں داخل کرتے ہیں، ان کے نزدیک قیاس کے ہوتے ہوئے، ایک نئی دلیل وضع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر امام ابوحنیفہؒ نے استصلاح کو ''وصف ملائم'' کے عنوان سے اختیار کیا ہے جبکہ امام شافعی نے اسے قیاس میں ''اخالہ'' کے تحت اپنایا ہے اور ہر دو اصطلاحات کی حقیقت یکساں ہے۔ صدر الشریعۃ اور امام غزالی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔[۲۳]

الغرض دونوں امام استصلاح کی تعبیری شکل کے قائل ہیں۔

مذہب مالکی:

ائمہ اربعہ میں سے امام مالکؒ نے مصالح مرسلہ سے زیادہ کام لیا ہے، یہی سبب ہے کہ یہ اصول ان کی طرف منسوب ہے۔ ایک دلیل یہ ہے کہ شارع نے چونکہ احکامِ شرعی میں مصالح کا اعتبار کیا ہے، اس لیے یہ شرعی طور پر حجت ہے۔ مصالح مرسلہ کے حوالے سے آپ کو دیگر تمام فقہی مذاہب پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ ابنِ دقیق العید رقم طراز ہیں:

''بلاشبہ امام مالکؒ کو مصالح مرسلہ کی بنیاد پر استنباط احکام میں دوسرے فقہاء مذاہب پر ترجیح حاصل ہے اور ان کے بعد امام احمد بن حنبل آتے ہیں۔'' صحیح بات یہ ہے کہ عمومی طور پر مصالح مرسلہ کی بناء پر قانون سازی سے کوئی ایک فقہی مذہب بھی خالی نہیں۔

مشہور اندلسی فقیہ امام شاطبی (مالکی) نے اپنی تصنیف الاعتصام اور امام قرافی (مالکی) نے اپنی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام میں مصالح مرسلہ پر سیر حاصل بحث کی

ہے۔

فقہ حنبلی:

امام مالکؒ کے بعد امام احمد بن حنبلؒ نے استصلاح سے زیادہ کام لیا ہے۔ حنبلی علماء میں امام ابنِ تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) اور ساتویں صدی ہجری کے ایک عالم نجم الدین الطّوفی قابلِ ذکر ہیں۔ ابن تیمیہ مصالح مرسلہ کے استعمال کے حوالے سے نہایت محتاط تھے۔

اگرچہ امام صاحب استصلاح کے استعمال سے حتی الوسع گریز کرتے تھے کیونکہ امام صاحب کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر رعایۃ المصالح کی بنیاد پر استنباط احکام میں عقل انسانی ہی کو مدار بحث ٹھہرایا گیا تو اس کے نتیجہ میں قانونِ اسلامی بازیچۂ اطفال بن جائے گا۔ بعض مخصوص حالات میں امام صاحب کو بھی مشروط طور پر اس اصول کا اعتراف کرنا پڑا: "اگر اس طرح مجتہد کو کوئی مصلحت نظر آتی ہے اور شریعت میں کوئی چیز اس کے خلاف نہیں۔" تو مصالح مرسلہ سے کام لیا جا سکتا ہے۔

حنبلی علماء میں سے نجم الدین الطّوفی استصلاح کے سب سے بڑے حامی ہیں۔ انہوں نے رسالۃ فی المصالح میں اس اصول پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ حتی کہ انہوں نے انتہاپسندی سے کام لیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ معاملات میں مصلحت، نص اور اجماع کے مقابلہ میں قابلِ ترجیح ہے، خواہ نص اور اجماع ظنی ہوں یا قطعی[۲۴] آپ نے مصلحت کو نہ صرف نصوص سے ایک الگ مستقل دلیلِ شرعی قرار دیا ہے بلکہ اسے تمام ادلۂ شرعیہ سے تسلیم کیا ہے چنانچہ طوفی نے اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "مصلحت کی رعایت اجماع سے زیادہ قوی امر ہے اور چونکہ اجماع باقی دلائل شرعی سے قوی تر ہے، لہٰذا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصلحت تمام ادلۂ شرعیہ کے مقابلہ میں قوی ترین ہے۔[۲۵]"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کے چاروں ائمہ فقہ نے استصلاح کی حجیت اور قطعیت کا کسی نہ کسی شکل میں اعتراف کیا ہے۔

استصلاح کی حجت کو تسلیم کرنے سے جن فقہاء کرام نے انکار کیا ہے، ان میں مذہبِ ظاہری، اثناء عشری اور بعض معتزلہ شامل ہیں، لیکن اس امر میں انہیں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ شریعتِ اسلامیہ کے جملہ احکام و مقاصد مصالح انسانی کی رعایت پر مبنی ہیں۔

نظائر وتطبیقات اور عصری مسائل:

عصرِ حاضر میں استصلاح کے نظائرہ و امثال کے حوالے سے ایسے مسائل پیدا ہو چکے ہیں، جو مصالح مرسلہ، جن میں سب سے پیشتر عہدِ جدید کے مسائل ہیں، جن کا حل فقہاء اور اہلِ علم نے تلاش کیا ہے۔ مثلاً موجودہ وقت میں نماز اور اذان میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، رمضان میں رویت ہلال کے لیے جدید سائنسی آلات کا استعمال، ایسے ہی پراویڈنٹ فنڈ، یا بنک میں فکسڈ سرمایہ پر زکوٰۃ، ایسے ہی بنکوں کے انٹرسٹ، بڑے بڑے کارخانوں کے حصص پر زکوٰۃ یا ٹیکس کا سوال، اسی طرح مغرب میں غیر مسلموں (یہودی، مسیحی، ہندو یا کمیونسٹ) کے ذبیحہ کا حکم۔ غرضیکہ نئے حالات اور بدلتے ہوئے، طرزِ زندگی نے نئے نئے مسائل کو جنم دیا ہے، جن سے ہمارے اسلاف کو واسطہ نہیں پڑا تھا۔ ان مسائل کا حل اہلِ علم نے مصالح مرسلہ اور فلسفۂ شریعہ کی روشنی میں دینے کی کوششیں کی ہیں، جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ماخذ:

(۱) علی حسب اللہ: اصولِ التشریع الاسلامی، م ن، ت ن، ص ۱۷۰

(۲) ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الآمدی: الاحکام فی اصول الاحکام، (بیروت،

دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)، ج ۳، ص ۵۴

(۳) محمد بن یعقوب الفیر وز آبادی: القاموس المحیط، (مصر، مطبعۃ الحسینیہ، ۱۳۴۴ھ)، ج ۱، ص ۲۵۵، ابنِ منظور، لسان العرب، دار صادر، ج ۲، ص ۵۱۶

(۴) ابوالقاسم محمد بن عمر الزمخشری: اساس البلاغۃ، (بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۹۷۹ء/ ۱۳۹۹ھ)، ج ۲، ص ۲۳

(۵) محمد سعید رمضان البوطی: ضوابط المصلحۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، (بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۲ھ)، ص ۲۳

(۶) ابوحامد محمد بن محمد الغزالی: المستصفی من علم الاصول، مطبعہ مصطفیٰ محمد، (مصر، ۱۳۰۶ھ)، ج ۱، ص ۲۸۵-۲۸۶

(۷) فخر الدین الرازی: المحصول فی علم الاصول، (الریاض، جامع الامام محمد بن سعود، ت ن)، ج ۲، ص ۴۳۴

(۸) سعید رمضان البوطی: ضوابط المصلحۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص ۲۳

(۹) عبدالوہاب خلاف: مصادر التشریع الاسلامی فیما لانص فیہ، (کویت، دارالقلم، ۱۳۹۸ھ)، ص ۱۷۴

(۱۰) ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی: الاعتصام، (مصر، مطبعۃ المنار، ت ن)، ج ۲، ص ۱۱۳

(۱۱) سیّد عبدالرحمٰن بخاری: اسلامی قانون کا نظریۂ مصلحت، (لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۹۲)، ص ۴۱۹

(۱۲) عبدالوہاب خلاف: مصادر التشریع الاسلامی فیما لانص فیہ، ص ۹۹-۱۰۰

(۱۳) سیّد عبدالرحمٰن بخاری: اسلامی قانون کا نظریۂ مصلحت، ص ۴۱۹

(۱۴) الآمدی: الاحکام فی اصول الاحکام، ج ۴، ص ۲۱۶

(۱۵) عبدالوہاب خلاف: مصادر التشریع الاسلامی فیما لانص فیہ، ص ۹۹-۱۰۰

(۱۶) عز الدین بن عبدالسلام: قواعد الاحکام فی مصلح الانام، (دار الجیل، ۱۴۰۰ھ)، ج ۱، ص ۸۰

(۱۷) الطّوفی: شرح حدیث لاضرر و لاضرار، ملحق کتاب ''المصلحۃ فی التشریع الاسلامی، مرتب: المصطفیٰ زید، ص ۲۷۰

(۱۸) مجاہد الاسلام قاسمی: اسلامی عدالت، (ادارۂ معارفِ اسلامی، لاہور، نومبر ۱۹۹۱ء)، ص ۱۱۷-۱۱۸

(۱۹) احمد زکی: ثورۃ الاسلام، م ن، ت ن، ص ۶۸

(۲۰) ابنِ القیم: اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۲۷

(۲۱) عبدالوہاب خلاف: مصادر التشریع الاسلامی فیما لانص فیہ، ص ۹۰-۹۱

(۲۲) محمد امین ابن عابدین: رسائل ابنِ عابدین، سہیل اکیڈمی، لاہور، ج ۱، ص ۱۲۶

(۲۳) صدر الشریعۃ: التوضیح، ج ۲، ص ۵۶۸

(۲۴) الطّوفی: شرح الاربعین در کتاب المصلحۃ فی التشریع الاسلامی، ص ۲۱۰

(۲۵) ایضاً، ص ۲۱۰